محمد صہیب صدیقی

قسط (۱)

عربی ادب کا نامور شہسوار

ابوالعلاء المعرّی

جب حکومت عباسیہ میں ایران، شام، مصر اور مغرب کے گورنروں کی خود مختاری کے سبب متعدد پایۂ تخت وجود میں آگئے تو اس کا اثر عربی ادب پر بھی پڑا مجموعی طور پر اس کی سرگرمیاں سرد پڑ گئیں، خاص طور سے شام شعر و ادب کے فروغ اور نشر و اشاعت کے لحاظ سے زیادہ متاثر ہوا، یہاں تک کہ چوتھی صدی ہجری میں آلِ بویہ اور آلِ حمدان نے اس بیش قیمت سرمایۂ فن و ادب کی سرپرستی قبول کرلی چنانچہ شعر و ادب کی تقدیر چمک گئی۔

ابو العلاء المعری ان مشہور زمانہ سپوتوں میں سے ہے جنھوں نے زبان و ادب کی غیر معمولی خدمت کرکے اپنے آپ کو شاہ راہ عام پر لاکھڑا کیا، تحقیق و مطالعہ کا بے پناہ شوق ہی تھا جس نے اس کو دور دراز مقامات پر پہونچایا، اور لائق اساتذہ کے پاس زانوئے تلمذ طے کرنے پر مجبور کیا اس کا نتیجہ تھا کہ بیس سال کی عمر میں ہی تلمذ کے احتیاج سے بے نیاز ہوگیا اور اس نے اپنے زورِ قلم سے شعر و نثر کی تالیفات کی شکل میں ایسی فقید المثال سوغات پیش کیں ہیں جو بلاشبہ عربی زبان کے لئے سرمایۂ افتخار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ حمدانی حکومت کے فرماں رواؤں نے جودت طبع اور سخاوت کی بنا پر شاعری کو پروان چڑھانے میں مستحسن رول ادا کیا تھا لیکن یہ حکومت بھی جنوب و شمال سے فاطمیوں اور بازنطینیوں کے حملہ کی وجہ سے اپنی شان و شوکت کھو چکی تھی۔ سوریہ جو ابو العلاء کا وطن تھا یہ بھی انتشار و بدامنی کا مرکز بنا ہوا تھا، ان نامساعد حالات کے باوجود علم و ادب میں پیش رفت کے لحاظ سے یہ دور قابل ذکر اور دوسرے علمی ادوار سے ممتاز نظر آتا ہے۔ اسی سیاسی کشمکش اور دینی و مذہبی اضطراب کے دور میں شام کے معرۃ النعمان نامی مقام پر ۳۶۳ھ/۹۷۳ء میں عبد

زبان وادب کا وہ فرزند جنم لیتا ہے جس نے ادب کے متعدد گوشوں میں اپنی صلاحیت واستعداد اور فنی لیاقت کی بنا پر تہلکہ مچا دیا، پورا نام احمد بن عبداللہ بن سلیمان تنوخی ہے، باپ جید عالم اور متقی کے قائل تھے۔ زندگی کی چوتھی بہار بھی گذر رہی تھی کہ چیچک کے حملہ کی وجہ سے بائیں آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور کچھ ہی دنوں کے بعد دائیں آنکھ میں بھی جالا پڑ گیا۔ سب سے پہلے علم حاصل کرنے کی خاطر باپ کی شاگردی حاصل کی، اس کے بعد علاقے کے متعدد علماء کی طرف رجوع کیا چند ہی برسوں میں ان کے علوم وفنون پر اس قدر حاوی ہوگیا کہ اس نے اپنے سے زیادہ کسی کو بھی متبحر علمی کا مالک نہیں پایا اور ابھی بیس ہی برس کا تھا کہ گھر واپس آکر عربی زبان وادب کے تشنگان علم کی پیاس بجھانے لگا، یہ بات قابل ذکر ہے کہ چودہ سال کی عمر میں ہی وہ باپ کے سایہ سے محروم ہوگیا تھا کہ ایک تو اندھے پن کی مصیبت دوسرے یتیمی کی زندگی نے ان دونوں ابوالعلاء کو پایہ زنجیر کر دیا تھا۔

وہ انسانوں میں پیدا تو ہوگیا تھا مگر طبعاً آدم بیزار تھا، کسی عبارت کو خواہ وہ سمجھتا ہو یا نہ یاد کر لیتا تھا، گیارہ برس کی عمر میں شعر گوئی کا عاشق ہوگیا تھا، آنکھوں سے معذوری کے باوجود معقول وعمدہ تشبیہیں دیتا تھا، وہ نرم دل، وفا کیش، سخی، خواہشات نفس پر قابو پانے والا اور سریع الحفظ تھا۔

ابوالعلاء عام طور پر تمام ادیان اور خصوصاً اسلام کے سلسلے میں ایسے بے باک خیالات کا اظہار کرتا تھا جو اس کی دینی شخصیت کو مجروح کرنے کے لئے کافی سے زیادہ ہیں، یہ صحیح ہے کہ وہ وجود باری سے متعلق کسی قسم کا شک وشبہ نہیں رکھتا ہے مگر ملائکہ، جن وشیاطین کی حقیقت سے انکار کے علاوہ ان کے وجود کو تسلیم کرنے والوں کی تضحیک اور ان پر لعن طعن کرتا ہے، بسا اوقات ان معاملات میں جن کے علم تک پہونچنے میں وہ عاجز وقاصر رہتا ہے خطا کر جاتا ہے۔ جیسے عمالین واقرام کا قائل نہیں تھا۔ اس کی شاعری میں اگرچہ ہم اس کو الحاد وزندقہ کی لعنت میں گرفتار نہیں پاتے مگر وہ دین کے سلسلے میں شک وشبہ کا شکار نظر آتا ہے، بلکہ ادیان سے نفرت، رسولوں کا انکار، ائمہ وفقہاء پر لعن وطعن کا اپنا شنیع مظاہرہ کرتا ہے گویا دین اس کے سامنے بے حقیقت نظر آتا ہے۔

اگرچہ معری ایک بے مثال شاعر، نمونہ کا ناقد اور شہرت یافتہ فلسفی وادیب ہی کی حیثیت

ہے دنیائے عربی میں جانا جاتا ہے لیکن اس کی کچھ باتیں اتنی گھٹیا اور رکیک ہیں کہ غور کرنے کے بعد ایک شخص کا ذہن ابوالعلاء کی بلند ادبی شخصیت سے متعلق فیصلہ کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا اور بسا اوقات پوری ادبی شخصیت مجروح ہو جاتی ہے مثلاً اختلافِ ادیان اور علمبرداروں کے نفاق کو دین کے بے حقیقت ہونے کا سبب قرار دینا حالانکہ اگر کسی فکر و نظر کے ماننے والوں کے اندر کوئی کمی یا کوتاہی ہے تو انہی کی کوتاہ بینی قابلِ گرفت ہے نا کہ وہ اصول و فلسفہ۔ اس صورت میں علمبردارانِ دین کی خامیوں کو دین سے منسوب کر دینا ایک طرف تو غیر جانب دارانہ اور غیر دیانت دارانہ قدم ہے اور دوسری طرف عقل و تدبر پر شدید ضرب ہے۔

ابوالعلاء کی عبقری صلاحیت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی کافی ہے کہ نو عمری ہی میں مسند تدریس پر فائز ہو گیا تھا۔ علماء ادب اس کے حلقۂ بگوش ہوئے اس نے پوری جدوجہد اور ذوق و شوق کے ساتھ طلبہ کے ذہنوں میں عربی ادب کا بیج بویا۔ دونوں آنکھوں سے معذوری اور باپ کے سایۂ شفقت سے محرومی یہ دونوں واقعات اس کے دل و دماغ پر بجلی بن کر گرے تھے انہیں قلق انگیز حادثات کی بنا پر اس کے افکار و اسفار نے انتہائی گہرا اثر قبول کیا تھا مگر دوسری طرف اس کا حافظہ حیرت انگیز ہونے کی حد تک قابلِ رشک تھا۔ قوتِ حافظہ ہی اس کے لئے سیم و زر ثابت ہوئی جس نے اس کی تصانیف میں وسعت و تنوع پیدا کرنے میں بڑا مستحسن رول ادا کیا۔

حصولِ علم کی خاطر اس نے کئی جگہوں پر کوشش کی طرابلس اور شام کے بعد بالآخر بغداد جا پہونچا۔ اس کے بعد علم و فن کے میدان میں زبردست ماہر بن کر نکلا۔ فن و ادب کے میدان میں اس کی چابکدستی کا اندازہ تو اس کے منظوم و منثور کلام سے لگایا جا سکتا ہے۔ مزید برآں اس کے حلقۂ تلامذہ کی وسعت اور مشرقی و مغربی علماء کے تاثرات قلبی اس کی منفرد شخصیت کو سمجھنے میں اور بھی مددگار ہوتے ہیں۔ جناب گولڈن زیہر نے عہد عباسی کی سرگرمیوں کے ضمن میں اہم شعرائے عرب کا تذکرہ کرتے ہوئے المعری کے بارے میں کہا ہے:

"عہد عباس کے عظیم شعراء کا سلسلہ ابوالعلا المعری پر ختم ہو گیا یہ عربی ادب کی نمایاں شخصیتوں میں سے تھا اس کی شخصیت کو دانشمندی سے پُر قرار دیتا ہے۔"

(باقی آئندہ)